بائبل کے "اوفیر" کی تعیین

از، جناب عبدالباری صاحب ایم اے
موسٰی بنی مائنز، ضلع سنگھبوم

(۲)

'اوفیر' کی تعیین کے اہم نکات

اس نامعلوم مقام و مملکت 'اوفیر' کی تعیین کے سلسلہ میں چند نکات ہیں جنھیں سامنے رکھنے سے رہنمائی میں مدد مل سکتی ہے۔ مثلاً یہ کہ اس مقام کا ذکر تاریخی اشارات و بائبل کے حوالوں میں کس طرح آیا ہے؟ مستقر سے اس مقام جانے اور وہاں سے واپس آنے میں کیا وقت لگتا تھا اور اس سفر کی راہ اور اس کی مسافت کیا رہی ہوگی؟ یہ کہ اس مقام سے کیا کیا سامان آیا کرتا تھا؟ اور یہ کہ اس کی وجہ تسمیہ کیا ہوسکتی ہے؟ ان نکات کی تفصیل اس کی تعیین پر روشنی ڈالنے میں ممد و معاون ہوگی۔

تاریخی اشارات و بائبل کے حوالے

ٹیونس یا کارتھیج کے قرب و جوار میں ایک سنگی کتبہ سے پتہ چلا ہے کہ قدیم مصر کے گیارھویں سلسلہ کے آخری بادشاہ (جس کا دارالخلافہ تھیبس تھا) سنک کا رع (SANKHA - KA - RA) کے زمانہ (سنہ ۲۵۰۰ ق م) میں ہنّو (HANNU) کی رہنمائی میں 'پونت' (PUNT) اور 'اوفیر' (OPHIR) کا سمندری سفر مصر سے ہوا بحوالہ (HISTORIDANS HISTORY OF THE WORLD) ظاہر ہے اس وقت دریائے نیل سے ہوکر بحیرۂ روم سے اس سفر کا آغاز ہوا ہوگا۔ اسلئے کہ سمندر کی راہ باہر نکلنے کی وہی ایک تھی۔

اِسی یا اِسی طرح کے دوسرے واقعہ پر مزید روشنی "تاریخ اقوام عالم" حصہ اوّل (مؤلف جناب مرتضٰی احمد خاں صاحب) سے اس طرح پڑتی ہے: "ایک فینیشی ملّاح ہنّون نامی نے آبنائے جبل الطارق

سے گذر کر افریقہ کے مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ سینی گال تک تفتیشی سفر کیا۔ ہنّوں کا سفرنامہ بڑا دلچسپ ہے جس میں عجیب عجیب سرزمینوں۔ انسانوں اور دیگر عجائبات کا تذکرہ کیا گیا ہے سینی گال کے ایک ساحلی مقام کے متعلق لکھا ہے کہ رات کے وقت ساحل کے قریب کے پہاڑوں پر آگ جلنے لگی اور ڈھولوں اور جھانجوں کی آوازیں آنے لگیں۔ ہنّوں ان مشاہدات کو جنّوں اور بھوتوں کا تصرف لکھتا ہے حالانکہ یہ افریقہ کے حبشی قبائل کے جشن کی آوازیں ہوں گی اور پہاڑوں پر کی آگ قدرتی ہوگی جو جنگلوں میں خود بخود لگ جاتی ہے۔ ہنّوں 'جنگلی آدمی' کی کھال بھی لایا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ملاحوں نے گوریلا کا شکار کیا ہوگا۔ لیکن اس واقعہ کو مؤلف اُس زمانے میں بتاتے ہیں کہ جبکہ فنیقی تاجروں نے اپنی نوآبادی کارتھیج (شمالی افریقہ میں قایم کرلی تھی۔ اور انگریزی لغت (CONCISE DICTIONARY) ہنّو (HANNO) نامی کا ذکر پانچویں صدی قبل مسیح میں بتاتی ہے۔ اس سفرنامے کا ذکر ایک اور انگریزی کتاب 'THE MIRACLE OF MAN' میں بھی ہے۔

بحیرۂ روم کے مشرقی ساحل پر لبنان پہاڑوں کے مغربی ڈھلوان کی طرف فنیقی مختلف شہروں میں رہتے تھے جن میں مشہور بائبلوس (BYBLOS) (جو سنہ [illegible] ق م کا پرانا فنیقی شہر تصور کیا جاتا ہے)۔ صیدا (SIDON) اور صور (TYRE) تھے۔ یہ شہر خشکی کے راستہ سے باہم کوئی تعلق نہیں رکھتے تھے۔ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ یہ لوگ کشتیوں کے ذریعہ سے جاتے تھے یہ خلیجوں (GULFS) راسوں (CAPES) اور جزیروں (ISLANDS) کو انتخاب کرتے تھے۔ جہاں اُن کی کشتیاں طوفان کے وقت محفوظ رہ سکیں۔ جزیرۂ قبرص (CYPRUS) کو سنہ ۱۵۰۰ ق م میں ان لوگوں نے معلوم کرلیا تھا اور تانبہ نکالنے لگے تھے۔ ایشیائے کوچک کے ساحل پر جزیرۂ روڈس (RHODES) تک پہونچ کر بحر ایجین (AEGEAN SEA) پر قبضہ کیا اور ہر جزیرے سے فائدہ اٹھایا۔ پھر جزیرۂ قریط (CRETE) پر قابض ہوئے انھوں نے بحیرۂ اسود (BLACKSEA) کے آبناؤں (STRAITS) کو بھی عبور کرلیا تھا۔ اس کے بعد ان کا رخ مغرب کی طرف ہوا سسلی (SICILY) مالٹا (MALTA) سارڈینیا (SARDINIA) مائنا کا (MINORCA). میجارکا (MAJORCA) اور ایبیزا (IVIZA) کو معلوم کیا۔ ٹیونس (TUNIS) اور کارتھیج (CARTHAGE)

پر قابض ہو گئے۔ اور آگے مغرب کی طرف بڑھ کر آبنائے جبل طارق تک پہونچ گئے۔ اسے بھی عبور کر کے ولایت (باہر کے ملک) پہونچ گئے اور اس کا نام تارسیس (TARSIS) رکھا جسے اندلس (ANDALUSIA) اور اسپین (SPAIN) کہا جانے لگا۔ اسپین سے یہ لوگ بڑی مقدار میں چاندی لاتے تھے اور وہاں سے آگے بڑھ کر بحر ظلمات (ATLANTIC OCEAN) میں داخل ہو کر انگلستان پہونچے اور وہاں سے کافی مقدار میں قلعی یعنی رانگا (TIN) لانے لگے یہاں تک کہ انگلستان کو وہ لوگ قلعی کے جزائر (TIN ISLANDS) کہنے لگے۔ اسی طرح وہ جبرالٹر سے جنوب کی سمت بھی مڑے اور افریقہ کے ساحل سے ہاتھی دانت وغیرہ لانے لگے۔ قدیم مصریوں میں غلامی کا رواج تھا۔ فنیقیوں کو بھی غلام حاصل کرنے کا بڑا شوق تھا۔ اور جہاں جاتے ہر جگہ انھیں غلاموں کی بھی جستجو رہتی۔ فنیقیوں کی بدولت قیمتی جواہرات سے لوگ مانوس ہو چکے تھے اور اوفیر اپنے سونے کی بہتات کے لیے اس قدر مشہور و معروف ہو گیا تھا کہ تقریباً ۱۵۰۰ء ق م حضرت ایوب ؑ کے زمانہ میں بھی اس کا تذکرہ بائبل میں تمثیلاً آتا ہے مثلاً "اس وقت تو سونے کو مٹی کی طرح اور اوفیر کے سونے کو ندیوں کے پتھروں کی مانند رکھے گا" (ایوب ۲۲: ۲۴) "لیکن حکمت کہاں ملے گی؟ اور خرد کی جگہ کہاں ہے؟..... نہ وہ سونے کے بدلے مل سکتی ہے نہ چاندی اس کی قیمت کے لیے تلے گی۔ نہ اوفیر کا سونا اس کا مول ہو سکتا ہے اور نہ قیمتی سلیمانی پتھر یا نیلم" (ایوب ۲۸: ۱۲ و ۱۵-۱۹)

دسویں صدی قبل مسیح میں حیرام اوّل صُور (TYRE) کا بادشاہ تھا۔ (ممکن ہے صیدا 'SIDON' بھی اس کی مملکت میں رہا ہو۔ جیسا کہ پیرس کے عجائب گھر کے ایک کتبہ سے پتہ چلتا ہے جو ایک کانسے (BRONZE) کے پیالہ پر کندہ ہے جسے کارتھیج کے ایک باشندے نے جو صیدون (صیدا) کے بادشاہ حیرام کا خادم تھا لبنان کے بعل دیوتا کے نذر کیا تھا۔ اس پیالے پر صوری رسم الخط میں ح ر م (حیرم) م ل ک (ملک۔ بادشاہ) ص د ن م (صدنم۔ صیدنن کا) لکھا ہوا ہے)۔ یہ بادشاہ داؤد کا دوست تھا۔ اور اسی نے حضرت سلیمان ؑ کو معبدِ یروشلم بنانے میں مدد کی تھی۔ اس بادشاہ کے پاس سمندروں سے واقف ملّاح موجود تھے۔ اس کے پاس بحیرۂ روم میں جہازوں کا ایک بیڑا تھا جو اوفیر سے سونا لاتا تھا۔

اسی ہمعصر بادشاہ کے زمانہ میں (تقریباً ۱۰۰۰ق م) حضرت سلیمان ؑ نے معبدِ یروشلم اور شاہی محل

وغیرہ کی تعمیر کی جس میں حیرام نے اس کی مدد کی۔ حضرت سلیمانؑ نے بھی جہازوں کے دو بیڑے بنائے۔ ایک کو بحیرۂ قلزم میں رکھا اور دوسرے کو بحیرۂ روم میں جہاں حیرام کا بیڑا تھا۔ یہ تینوں بیڑے حیرام کے ماہر فلنیقی ملاحوں کی رہنمائی میں اوفیر سے سونے کے علاوہ دیگر اشیاء بھی لانے لگے تھے۔ جس کا ذکر بائبل میں متعدد مقامات پر آیا ہے۔

"اور سلیمان نے صور کے بادشاہ حورام کے پاس کہلا بھیجا۔ اور دیودار۔ اور صنوبر اور صندل کے لٹھے (ALGINN TREES) لبنان سے میرے پاس بھیجنا" (۲۔ تواریخ ۲: ۳ و ۸) "تب صور کے بادشاہ حورام نے جواب لکھ کر اسے سلیمان کے پاس بھیجا۔ اور جتنی لکڑی تجھ کو درکار ہے ہم لبنان سے کاٹیں گے اور ان کے بیڑے بنوا کر سمندر ہی سمندر تیرے پاس یافا میں پہونچائیں گے۔ پھر تو ان کو یروشلم کو لے جانا" (۲: تواریخ ۲: ۱۱ و ۱۸)

"اس طرح اس نے اس گھر کو تمام کیا۔ پھر سلیمان بادشاہ نے عصیون جابر میں جو ادوم کے ملک میں بحرِ قلزم کے کنارے ایلوت کے پاس ہے جہازوں کا بیڑا بنایا۔ اور حیرام نے اپنے ملازم سلیمان کے ملازموں کے ساتھ اس بیڑے میں بھیجے۔ وہ ملاح تھے جو سمندر سے واقف تھے۔ اور وہ اوفیر کو گئے اور وہاں سے چار سو بیس قنطار سونا لے کر اسے سلیمان بادشاہ کے پاس لائے" (۱ سلاطین ۹: ۲۵ - ۲۸)

جب سبا کی ملکہ نے سلیمانؑ کی شہرت سنی تو وہ تحفے لے کر پہونچی۔ اور جو جو سامان اس نے پیش کئے تھے ان کا ذکر ا۔ سلاطین اور ۲۔ تواریخ میں آیا ہے "اور اس نے بادشاہ کو ایک سو بیس قنطار سونا اور مصالح کا بہت بڑا انبار اور بیش بہا جواہر دئے۔ اور جیسے مصالح سبا کی ملکہ نے سلیمان بادشاہ کو دئے۔ ویسے پھر کبھی ایسی بہتات کے ساتھ نہ آئے" (۱ سلاطین ۱۰: ۱۰)

"بادشاہ کے پاس سمندر میں حیرام کے بیڑے کے ساتھ ایک ترسیسی بیڑا بھی تھا۔ یہ ترسیسی بیڑا تین برس میں ایک بار آتا تھا۔ اور سونا۔ اور چاندی اور ہاتھی دانت اور بندر۔ اور مور لاتا تھا" (۱ سلاطین ۱۰: ۲۲)

"اور جتنا سونا ایک برس میں سلیمانؑ کے پاس آتا تھا اس کا وزن سونے کا چھ سو چھیاسٹھ قنطار تھا۔ علاوہ اس کے بیوپاریوں اور مصالح کے سوداگروں کی تجارت (AND OF THE TRAFFICK OF THE SPICE MERCHANTS) اور ملی جلی قوموں کے سب سلاطین اور ملک کے، صوبہ داروں کی طرف سے بھی سونا آتا تھا" (۱سلاطین ۱۰: ۱۴-۱۵)

مشہور اشوری بادشاہ سناخریب (SENNACHERIB) اپنے دو لڑکوں کے ہاتھوں ۶۸۱ء قم میں مارا گیا تو اس کا تیسرا بیٹا اسارہادون (ESARHADDON) باپ کا جانشین ہوا اس نے ۶۷۳ء قم میں" ارادہ کیا کہ عرب کے جنگلوں کو عبور کر کے ولایت آوفیر میں جائے کیونکہ اس نے سنا تھا کہ وہاں بڑے بڑے خزانے جمع ہیں۔ چنانچہ اپنی فوجوں کو لے کر روانہ ہوا اور ایسے ملک میں پہنچا جو بالکل ویران تھا۔ اشوریوں نے اس زمین کا نام 'ارضِ عطش' (پیاس کی سرزمین) رکھا۔ اسارہادون نے جب کئی روز تک پتھروں اور سانپ بچھوؤں کے سوا وہاں کچھ نہ دیکھا تو ایک پہاڑ کے دامن میں کچھ دیر ٹھہر کر واپس چلا آیا" (تاریخ ملل قدیمہ سینوبس) (HISTORIANS' HISTORY OF THE WORLD) میں بھی حوالہ ہے کہ "۶۷۳ء قم میں اشوری بادشاہ اسارہادون مصری سرحد تک گیا لیکن واپس آگیا"

شاہزادگانِ ڈیلٹا میں سے ایک لیبا متھک (PSAMTHEK) نامی نے اشوریوں کو ہٹا کر ۲۶ ویں اور شاہانِ مصر کے آخری سلسلہ کی بنیاد ۶۶۳ء قم میں ڈالی۔ اس نے اور اس کے جانشینوں نے آزادی سے یونانیوں کو مصر میں داخل ہونے کا موقع دیا، سرحدوں کو مستحکم کرنے کے بعد سڑکوں، نہروں اور معبدوں کی مرمت کرائی۔ اور رعایا کو آرام پہونچایا۔ اس کے جانشینوں میں سے فرعون نخاؤ (NECHO) نہایت مشہور ہوا جس نے صرف ۱۴ برس سلطنت کی (۶۰۹ء تا ۵۹۵ء قم)

فنیقیوں کے ساتھ رہتے رہتے یونانیوں نے جہازرانی میں نہ صرف کافی مہارت حاصل کرلی تھی بلکہ وہ فنیقیوں سے آگے بڑھ گئے تھے۔ چونکہ نخاؤ نے بحری امور کی طرف خاص توجہ کی اس لئے اس نے

یونانی مہندسین (انجینیروں) کو حکم دیا کہ اس کے لیے ایسی جنگی کشتیاں بنائیں جن کو ملاحوں کے تین دستے چلایا کریں۔ پہلے دو دستے والی (BIREME) پھر تین دستے والی (TRIREME) کشتیاں فنیقیوں ہی کی ایجادیں تھیں جنھیں یونانیوں نے اپنا لیا تھا۔

فرعون نخاؤ کو بحیرۂ روم کے حیرام اور سلیمانؑ والے ترسیسی بیڑوں کا حال معلوم رہا ہوگا کہ وہ اوفیر سے تین سال میں واپس پہونچتے تھے۔ اس نے سلیمانؑ کے بحیرۂ احمر (RED SEA) والے بیڑے کے متعلق بھی سنا ہوگا کہ وہ بھی فنیقی ملاحوں کے ذریعہ اوفیر سے مال لے کر واپس آجاتا تھا۔ ان دونوں واقعات کو ملانے سے کچھ حقائق اس کے دماغ میں ضرور آشکارا ہوئے ہونگے جن کا وہ خود تجربہ اور مشاہدہ کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے فنیقیہ کے بحری کاریگروں کی ایک جماعت کو بحرِ احمر (RED SEA) میں بھیجا اور حکم دیا کہ وہ ساحلِ افریقہ کے گرد چکر لگائیں اور بحرِ روم (MEDITERRANEAN SEA) کے راستے سے واپس آئیں۔ ان فنیقیوں نے ساحلِ افریقہ کے گرد تین سال تک کشتی رانی کی۔ تیسرے سال آبنائے جبل طارق (STRAIT OF GIBRALTAR) کے رستے سے واپس آئے۔ اس سفر میں انکو معلوم ہوا کہ جاتے وقت آفتاب ان کے بائیں ہاتھ کی جانب تھا اور واپسی میں دائیں ہاتھ کی طرف" (تاریخِ ملِ قدیمہ۔ سیلنوبس) اس اکتشافی مہم کا حوالہ انسائیکلوپیڈیا امریکانا جلد ۲۰ ویں طباعت ۱۹۴۹ء میں بھی ملتا ہے کہ نخاؤ نے دریائے نیل سے بحرِ احمر تک ایک نہر بنائی۔ اور فنیقی ملاحوں کو افریقہ کے ساحل کا پتہ لگانے کے لیے بھیجا۔ کہا جاتا ہے کہ ملاحوں کے اس بیڑے نے برِ اعظم کا چکر لگا لیا۔

روانگی والے بندرگاہوں سے اوفیر کی مسافت اور مہموں کا رخ

اوفیر کی مسافت کا اندازہ مذکورۂ بالا بحری اکتشافی مہموں میں سے چند کے ذریعہ ہوتا ہے

حضرت سلیمانؑ نے جو بیڑا عصیون جابر کے پاس بحرِ احمر (RED SEA) میں بنوایا تھا وہ اوفیر گیا اور سونا لے کر صحیح سلامت واپس آیا۔ بائبل میں اس کا ذکر نہیں کہ اسے کتنا وقت لگا تھا۔ البتہ بادشاہ حیرام کے بیڑے کے ساتھ سلیمانؑ نے بھی ایک ترسیسی بیڑا بنوا کر بحیرۂ روم میں رکھا تھا جس کے متعلق بیان ہو ہے کہ یہ ترسیس (اسپین کا قدیم نام) ہو کر اوفیر جاتا تھا اور وہاں سے تین برس میں لوٹتا تھا۔ اس طرح

گویا بحیرۂ روم کے بیڑے (حیرام بادشاہ اور حضرت سلیمانؑ کے) اوفیر سے مال لے کر بحیرۂ روم واپس چلے جاتے تھے۔ اور حضرت سلیمانؑ کا بیڑا بحرِ احمر سے روانہ ہو کر اوفیر جاتا اور مال لے کر بحرِ احمر واپس پہنچتا تا یہاں تک کہ نخاؤ (NECHO) نے باقاعدہ اپنے بحری ملاحوں کی ایک جماعت کو ثبت حکم دیا کہ بحر احمر سے ساحلِ افریقہ کے گرد چکر لگائیں اور بحرِ روم کے راستہ سے واپس آئیں۔ چنانچہ اس جماعت نے ایسا کیا اور وہ پورا چکر لگانے میں کامیاب ہوئی اور اس مسافت میں اسے تین سال لگے۔ یہ گویا پہلا باقاعدہ بحری چکر (OFFICIEL CIRCAVIGATION) تھا جو برِّاعظم افریقہ کی پیمائش (SURVEY) کے لیے کیا گیا۔ اور اس نے آئندہ سیّاحوں کے لیے راہ کھول دی۔ اس مکمل چکر سے قبل تک اس برِّاعظم کا گویا نصف چکر بحرِ روم والے بیڑے کر رہے تھے۔ اور نصف چکر بحرِ احمر والا بیڑا۔ نصف اس لئے کہنا پڑتا ہے کہ اوفیر ہی سے ترسیسی بیڑا مال لے کر تین سال میں واپس ہوجاتا تھا اور برِّاعظم کے پورے چکر میں تین سال لگے۔ اس لحاظ سے اگر ترسیسی بیڑا اوفیر سے آگے بڑھتا تو وہ بھی برِّاعظم کا پورا چکر کر کے تین سال میں بحرِ احمر میں داخل ہو سکتا ہے۔ لیکن چونکہ اوفیر تک آنے اور جانے میں تین سال لگتے تھے۔ اس لئے ثابت ہوتا ہے کہ مُستقر سے اوفیر کا مقام برِّاعظم افریقہ کے ساحل پر تقریباً نصف مسافت پر کہیں تھا۔ اور جب یہ ثابت ہوجاتا ہے تو گویا یہ نتیجہ بھی برآمد ہوجاتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کا وہ بیڑا بھی ۳ ہی سال میں واپس ہوتا رہا ہوگا جو بحرِ احمر سے روانہ ہوتا تھا کیونکہ اس بیڑے کا مُستقر پہلے مستقر کے برابر ہی پر تھا صور وصیدا بندرگاہوں سے جبرالٹر کی راہ اوفیر تک جو فاصلہ رہا ہوگا۔ تقریباً وہی فاصلہ ایلوت وعصیون جابر سے بحرِ احمر کی راہ اوفیر تک رہا ہوگا۔

اوفیر کو ترسیس (اسپین) عبور کر کے جنوب کی طرف ساحل افریقہ پر تلاش کرنے کے بجائے اگر شمال کی جانب سواحلِ فرانس و انگلینڈ پر تلاش کیا جائے تو یہ غلطی ہوگی۔ کیونکہ قدیم مصر کے گیارھویں سلسلہ میں ہنّو کی رہنمائی میں اوفیر کے سمندری سفر کا ذکر ہے اور پھر ہنّو کے تفتیشی سفر کا تفصیلی تذکرہ سنی گال کی وادی تک (مغربی افریقہ کے ساحل پر) (تاریخ اقوامِ عالم، حصہ اول) میں ملتا ہے جس سے یہ نتیجہ خود بخود برآمد ہوتا ہے کہ اوفیر کہیں نہ کہیں سنی گال وادی کے قریب ہی تھا

اور اگر یہ سمجھا جائے کہ اوفیر ہندوستان کا سوپارہ (بمبئی کے قریب) یا کوئی دیگر مقام مشرق میں تھا تو پھر ترسیسی بیڑوں کو راس امید کا چکر لگا کر ہندوستان آنے اور واپس جانے میں ۳ سال سے زائد لگتے دوسری بات یہ کہ حضرت سلیمانؑ کے بحر احمر والے بیڑے کو پھر سوپارہ تک آنے اور واپس جانے میں ۲ سال سے کم لگتا۔ تیسری بات یہ کہ جب اس طرح برِّاعظم کا بار بار چکر لگنے لگتا تو پھر نخادؔ کو چکر لگانے کے لیے باقاعدہ حکم نافذ کرنے کی نہ کوئی ضرورت تھی نہ اہمیت۔ اور نہ اتنے اہتمام کی ضرورت۔ چوتھی بات یہ کہ حضرت سلیمانؑ کو بحر روم میں مزید ترسیسی بیڑا بنانے کی ضرورت نہ پڑتی اگر اوفیر ہندوستان کے ساحل پر ہوتا۔ وہ عصیون جابر ہی والے بیڑے میں کی توسیع کر لیتے!

علاوہ بریں حضرت سلیمانؑ کے بعد یہوسفط نے عصیون جابر (بحر احمر) میں ایسے جہاز بنوائے جو ترسیس (اسپین) جائیں اور اوفیر سے سونا لائیں۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اوفیر کہیں ترسیس کی راہ پر تھا نہ کہ ہندوستان کی طرف۔ یہ بات الگ ہے کہ اس کے جہاز ٹھیک نہ بن سکے اور ترسیس نہ جا سکے بلکہ عصیون جابر ہی میں ٹوٹ گئے! (حوالہ: ۱ سلاطین ۲۲: ۴۷-۴۸ اور ۲۔ تواریخ ۲۰: ۳۵-۳۷)

اوفیر کے خزانے کے متعلق خبریں سن سن کر جب سناخریب (SENNACHERIB) کے لڑکے اسارہادون (ESARHADDON) نے ۶۷۳ ق م میں اوفیر تک پہونچنے کا خشکی کی راہ سے ارادہ کیا تو اس نے عرب کے جنگلوں کو عبور کر کے "ارضِ عطش" (پیاس کی زمین) تک پہونچا تھا کہ تھک کر ناکام واپس ہوا۔ ظاہر ہے کہ مصری سرحدوں میں یہ "ارضِ عطش" سوائے ریگستان صحارا کے اور کون سی جگہ ہو سکتی ہے؟ اگر وہ اسے پار کر لیتا تو سنی گال کے قرب و جوار میں پہونچ جاتا۔ معلوم ہوتا ہے اس کا انتظام ٹھیک نہ تھا اور نہ اس کے پاس تجربہ کار رہبر تھے! بہر حال اس واقعہ سے اتنا ضرور پتہ چل جاتا ہے کہ اگر اوفیر ہندوستان کے ساحل پر ہوتا تو اسارہارون کا رُخ اپنے ہیڈ کوارٹر (دجلہ فرات کی وادی) سے بجائے پچھم کے پورب کی طرف خلیج فارس ہوتے ہوئے ہوتا!

سامان جو اوفیر سے جاتا تھا

اگر مغربی افریقہ کا نقشہ اٹھا کر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ دریائے سنی گال (SENEGAL) اور دریائے نائجر (NIGER) دونوں ایک ہی پہاڑ

سے نکلتے ہیں۔ اور ان ہی دونوں دریاؤں کی وادیوں کے پھیلاؤ پر غور کیا جائے تو اس خطہ کے ساحل پر تین نمایاں نام ملتے ہیں سے آئوری کوسٹ (IVORY COST)، گولڈ کوسٹ (GOLD COAST) اور سلیو کوسٹ (SLADE COAST) یعنی ' ہاتھی دانت کا ساحل'، 'سونے کا ساحل' اور 'غلاموں کا ساحل'! ایک نام ان تینوں کو اکٹھا لے کر اور انھیں تین کے سامنے پورے خلیج کا ہے جو قابلِ غور ہے یعنی 'گنی' (GUINEA) اور 'خلیج گنی' (GULF OF GUINEA) ظاہر ہے یہ جغرافیائی نام ایسے ہی نہ پڑ گئے ہونگے جو آج تک ان ہی ناموں سے مشہور ہیں۔ بلکہ یہ اپنی پشت پر کچھ ماضی کی تاریخ اور داستان ضرور رکھتے ہونگے۔ سینی گال کو نیگرو (NEGRO) نسل کا وطن سمجھا جاتا ہے۔ ممکن ہے یہ 'نیگرو' (NEGRO) نام بھی 'نائجر' (NIGER) ہی کی بگڑی ہوئی شکل ہو! 'غلاموں کا ساحل' نشاندہی کر رہا ہے کہ اس ساحل سے حبشی غلاموں (NEGROES) کی زبردست تجارت ہوتی رہی ہے۔ اسی طرح 'سونے کا ساحل' (GOLD COAST) اور 'خلیج گنی' (GULF OF GUINEA) سے پتہ چلتا ہے کہ سونے اور گنی کی برآمد ہوتی رہی ہوگی۔ اور 'ہاتھی دانت کا ساحل' (IVORY COAST) نشاندہی کر رہا ہے کہ اس مقام سے ہاتھی دانت کافی مقدار میں برآمد ہوتا تھا!

اوفیر سے جو سامان حاصل کیا جاتا رہا اور جن کے اشارے اور حوالے تاریخ و بائبل میں ملتے ہیں وہ یہ تھے۔ سونا[1] (GOLD) چندن[2] (ALGUM، ALMUG) بیش بہا جواہرات[3] (PRECIOUS STONES) چاندی[4] (SILVER) ہاتھی دانت[5] (IVORY) بندر[6] (APE) اور مور[7] (PEACOCK) ان میں سے ہر ایک پر غائر نظر ڈالی جائے تو کچھ عقدے اور کھلیں گے؛

۱۔ سونا (GOLD) | یہ بات سامنے آچکی ہے کہ تقریباً ۱۵۰۰ ق م یعنی ایوب ؑ کے زمانہ تک اوفیر کا سونا بہتات اور یکتائی میں اپنا مقام حاصل کر چکا تھا (ایوب ۲۲ و ۲۸)۔ صور کے بادشاہ حیرام یا حورام کا بیڑا اوفیر سے سونا لاتا تھا اور اس نے اپنے ہمعصر دوست حضرت داؤد ؑ کو بھی دیا ہوگا کیونکہ ان کے پاس جو ذخیرہ تھا اسے حضرت سلیمان ؑ کو سپرد کرتے وقت انھوں نے بتا دیا تھا کہ کُل ...... سونے میں سے اوفیر کا سونا تین ہزار قنطار تھا (۱ ؛ تواریخ ۲۹ : ۴)۔ جب سلیمان ؑ

کا بیڑا بحر احمر میں عصیون جابر کے پاس بنایا گیا تو وہ پہلی بار جا کر اوفیر سے چار سو بیس یا چار سو پچاس قنطار سونا لایا۔ بحر روم میں حیرام کے بیڑے کے ساتھ ساتھ سلیمانؑ نے بھی ایک اور بیڑا تیار کروا لیا تھا۔ اور یہ دو نو بیڑے بھی اوفیر سے سونا لانے لگے تھے۔ لہذا سونے کی کوئی کمی نہ دیکھ کر بے شمار چیزیں اور برتن سونے ہی کے بنوائے گئے۔ ہر سال اوسطاً ان کے پاس جو سونا آنے لگا تھا (یعنی اوفیر سے) اس کا وزن چھ سو چھیاسٹھ (۶۶۶) قنطار تھا۔ اس کے علاوہ دیگر مقامات سے بھی آتا تھا جن میں بائبل کے الفاظ میں مصالح والے سوداگروں (SPICE MERCHANTS) یعنی ہندوستانی بیوپاریوں کا بھی ذکر آتا ہے

جب عربوں کا دور دورہ اسپین میں ہو چکا تھا تو لشبونہ (LISBON) میں 'مغرورین' (فریب خوردہ لوگوں) کی ایک جماعت قائم ہو گئی تھی جو بحر اوقیانوس (ATLANTIC) کے سفر کے لیے اپنے کو مصیبتوں میں ڈال کر اکتشافی مہم پہ روانہ ہوتی تھی علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اس سلسلہ میں تحقیقی مضمون لکھا ہے جس سے مزید روشنی ملتی ہے۔ نائیجیریا کا وسیع خطہ عربوں کی نو آبادیوں کا مرکز بن گیا تھا۔ اور سونے کے اس ساحل (GOLD COAST) کو عرب 'غانہ' اور اہل یورپ 'GUINEA' گنی کہتے تھے۔ اور اسی نام نے سونے کی اشرفی کو 'گنی' (GUINEA) کا نام دے دیا۔ عرب جغرافیوں میں اس کا نام بار بار آیا ہے اور تعجب کی بات تو یہ ہے کہ ہر قوم میں اس ملک کا نام ہی سونا ہو گیا! عربی میں بغیر ڈھلے ہوئے سونے کے ڈھیلے کو 'تبر' کہتے ہیں۔ مورخ یاقوت نے 'معجم البلدان' میں اس ملک کو 'تبر' ہی کے نام سے یاد کیا ہے۔ دوسری صدی ہجری میں یہاں کے سونے کا خراج بھی مصر میں ادا کیا جاتا تھا۔ غرناطہ (GRANADA) کا ابو حامد اندلسی (جس کا انتقال تقریباً ۱۱۹۰ء میں ہوا) اسپین سے لے کر چین تک کی سیاحت کر چکا تھا (جبکہ واسکوڈاگاما ۱۴۹۸ء میں ہندوستان پہونچ سکا تھا) اور اس نے اپنی کتاب 'تحفۃ الالباب' میں غانہ کا حال لکھا ہے۔ مراکش کے مشہور سیاح و مورخ ابن بطوطہ (۱۳۰۳ء تا ۱۳۷۷ء) نے بھی تقریباً دو سال تک افریقہ کی سیاحت کی اور وہ بھی نائیجر یا ندی کے کنارے مشہور شہر ٹمبکٹو (TIMBUKTU) میں بھی ٹھہرا تھا۔

نئی تحقیقات سے یہ ثابت ہوا ہے کہ نئی اور پرانی دنیا میں کولمبس کے قبل ہی سے (جس نے امریکہ

د ۱۴۹۸ء میں دریافت کیا تھا) تعلقات قائم تھے۔ ہارڈ یونیورسٹی کے ایک پروفیسر نے اپنی تحقیق سے
اضح طور پر حیرت انگیز نتیجہ نکالا ہے کہ امریکہ کی اصل زبان میں انگریزی، فرانسیسی، ہسپانی اور پرتگالی
زبانوں سے بہت پہلے جس زبان کے الفاظ ہیں وہ عربی زبان ہے۔ اور کاغذی دستاویزوں سے
ابت ہے کہ کولمبس سے پہلے بحرِ اوقیانوس (ATLANTIC) میں تجارتی جہاز رانی ہوتی تھی مگر تاجر
سوداگر بادشاہوں کے ڈر سے اپنی ان بحری مہموں کو چھپاتے تھے۔ کولمبس کا خود ذاتی بیان ہے کہ وہاں
کے اصل باشندوں نے اسے "گنی (یعنی غانہ کے طلائی سکے" جس کو ایک خاص مقدار میں تانبہ ملا کر بناتے
تھے) دکھائی۔ اس نے امریکہ کے باشندوں سے دریافت کیا کہ انھوں نے وہ سونا کہاں سے پایا۔ اس کے
جواب میں انھوں نے کہا: "ہم نے یہ سونا کالے سوداگروں سے لیا ہے جو جنوب مشرق سے یہاں آئے
تھے تیسرے سفر میں اس نے پھر وہی سوال کیا اور وہی جواب پایا۔ اور واقعات نے ثابت کر دیا کہ
پرانے امریکیوں کے جوابات درست تھے۔ ابتدائی "گونیس" (GUINEAS) جو فرانسیسی اور پرتگالی
غانہ سے لاتے تھے خالص سونے کے نہیں ہوتے تھے بلکہ غانہ والے اس میں پچاس فیصدی (50%) تانبہ ملا دیتے
تھے۔ جب امریکہ سے کولمبس کی لائی ہوئی گونیس (GUINEAS) کا کیمیائی امتحان (CHEMICAL
ASSAYING) کیا گیا تو ان میں سونے اور تانبے کا وہی تناسب (RATIO) نکلا جو غانہ کی لائی ہوئی
گونیس (GUINEAS) میں تھا اور جنوب مشرق کے سیاہ سوداگر وہی افریقہ کے حبشی لوگ تھے
جن میں سے چند کو کولمبس بھی اپنے جہاز میں بطور خلاصی لے گیا تھا۔

آج تک نائیجیریا کے مغربی حصے میں عروبہ قوم آباد ہے اور ان کے علاقہ کو عربستان کہا جاتا
ہے۔ پورے نائیجیریا اور متصل علاقوں میں عربی زبان بکثرت بولی جاتی ہے۔ سینیگال اور اس کے پڑوس
میں بھی یہی زبان بولی جاتی ہے۔

۱۔ چندن (ALGUM ; ALMUG) | بائبل میں "الگم" یا "المگ" (ALGUM ; ALMUG)
درختوں کا ذکر آیا ہے جس کے غلط ترجمہ "چندن" یا "صندل"
نے غلط فہمی پیدا کر دی۔ حضرت سلیمانؑ نے حیرام بادشاہ سے استدعا کی تھی کہ وہ لبنان سے دیودار

(CEDAR) صنوبر (FIR) اور الگم (ALGUM یا ALMUG) کی لکڑی بھیج (۲۔ تواریخ ۲ : ۸) لیکن جواب میں حیرام نے صرف دیودار اور صنوبر کا وعدہ کیا: "جو پیغام تو نے مجھے بھیجا میں نے اس کو سُن لیا ہے اور میں دیودار کی لکڑی اور صنوبر کی لکڑی کے بارے میں تیری مرضی پوری کروں گا" (۱۔ سلاطین ۵ : ۸) پھر حیرام کا بیڑا "جو اوفیر سے سونا لاتا تھا بڑی کثرت سے اوفیر سے الگم یا المگ کے درخت لایا، جو پہلے کبھی دیکھے گئے تھے (۱۔ سلاطین ۱۰ : ۱۱-۱۲)۔ ظاہر ہے کہ اگر ہندوستان سے جاتا ہوتا تو ملکۂ سبا جس کے تعلقات ہندوستان سے تھے ضرور پیش کرتی۔ اگر نہ بھی پیش کرتی تو سلیمانؑ کے علم میں ہوتا اور وہ اس لکڑی کو حیرام بادشاہ سے نہ طلب فرماتے! ہندوستان کے تجار کو تو بائبل نے "مصالح کے سوداگروں" (SPICE MERCHANTS) کے نام سے یاد کیا ہے (۱۔ سلاطین ۱۰ : ۱۵) اگر ہندوستان کے چندن یا صندل کو مصالح میں شامل سمجھا جائے تب بھی یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ چندن سے الگ یہ کوئی دوسرا "الگم" درخت تھا جو اوفیر سے ترسیسی بیڑے میں آیا جو پہلے کبھی نہ دیکھا گیا تھا۔ معبدِ یروشلم اور شاہی محل تو بن چکے تھے بعد میں جب یہ الگم درخت پہنچے تو چبوترے، سیڑھیاں، بربط و ستار وغیرہ بنوائے گئے۔ ممکن ہے یہ وہی درخت رہے ہوں جو یورپ میں "ایلم" یا ELM اور "ULMOCEOUS" درخت کے نام سے معروف ہوئے افریقہ کا یہ مخصوص خطہ خطِ استوا (EQUATOR) کے ساتھ ساتھ واقع ہے۔ اور ایسے گرم مرطوب خطہ میں گھنے جنگلات ہوتے ہیں اور درخت عام طور پر نہایت بلند ہوتے ہیں۔ مہوگنی۔ آبنوس وغیرہ کے درخت بھی پائے جاتے ہیں۔ باشندے وحشی غیر مہذب اور کالے رنگ کے ہوتے ہیں جن کا ایک پیشہ جنگلوں سے لکڑی کاٹنا بھی ہے۔ اور سمندری ساحل تک جہاز آ رہے تھے۔ لہٰذا جغرافیائی اعتبار سے بھی تائید ہوتی ہے کہ اس مخصوص خطہ سے اگر یہ مخصوص لکڑی سونے کے ساتھ پہنچ گئی تو کوئی مضائقہ نہیں ہو سکتا۔